www.KitaboSunnat.com

قاری محمد صفدر☆

قراءات متواترہ اور ادارہ طلوع اسلام

ہمارے معاشرے میں عموماً کسی بھی موضوع پر تنقید کرنے والے حضرات دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو سطحی سا مطالعہ اور سنی سنائی باتوں کے بل بوتے پر کسی بھی موضوع پر اپنے قلم اور زبان کو جنبش دینے کے قائل ہیں اور دوسرے وہ جو تحقیق کرنے سے قبل ایک خاص نظریہ اور خاص مؤقف اپناتے ہیں اور پھر اس کی تائید میں جیسے کیسے بھی دلائل میسر ہوں انہیں پیش کرکے اپنے مؤقف کو بیان کرتے ہیں۔ زیر بحث مضمون میں جناب جمیل احمد عدیل نے ایک انتہائی اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے، لیکن افسوس کہ جب محترم موصوف نے اپنے خیالات کو بذریعہ قلم زبان سے نوازا تو معلوم ہوا کہ اس موضوع پر ان کا مطالعہ کس قدر سطحی اور متعصّبانہ تھا۔ اس مضمون کو اگر ہم غور سے پڑھیں تو ہمارے سامنے چند نکات آتے ہیں جن کو محترم جمیل احمد عدیل صاحب نے واضح کرنے کی سعی ناکافی کی ہے۔

① مسئلہ نسخ اور اس ضمن میں مسئلہ رجم ② مسئلہ اختلاف قراءات

پھر قراءات کے اختلاف کے ضمن میں موصوف نے مندرجہ ذیل باتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی:

① قراءات ماسوائے ایک کے تمام کی تمام وضع کردہ ہیں

② حدیث سبعہ بھی جعل سازی کے سوا کچھ نہیں

③ حدیث سبعہ کی درایت ④ اختلاف قراءت نزولی یا اختیاری

⑤ عرضہ اخیرہ اور مسئلہ قراءات ⑥ اَحرف سبعہ کے معنی کی تعیین میں تعارض

⑦ قبول حدیث کا 'معیاری' اصول

ذیل میں ہم مذکورہ بالا اَبحاث کا جائزہ لیں گے۔

❶ مسئلہ نسخ فی القرآن

مضمون نگار اپنے مضمون کے پہلے حصے میں نسخ قرآن کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس وحی کی ایک قسم وہ بھی ہے جو آپ پر اترنے کے بعد نہ صرف اذہان سے محو کردی گئی بلکہ جن کاغذوں پر انہیں لکھا گیا تھا وہاں سے بھی اسے غائبی طریقے سے delete کردیا گیا......اسی طرح وحی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آج بھی قرآن مجید کے صفحات میں موجود ہے، لیکن ان پر عمل نہیں کیا جائے گا۔''

گویا فاضل مضمون نگار نے نسخ کی تین اقسام کی طرف اشارہ کیا۔

① آیت اور حکم دونوں منسوخ ② آیت موجود حکم منسوخ

③ حکم موجود آیت منسوخ

☆ سابق متعلّم کلّیة القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسخ کا لغوی معنی:

① نقل اور کاپی۔(نسخ الکتاب)اسی سے ماخوذ ہے۔

② رفع وازالہ۔چنانچہ کہا جاتا ہے: نسخت الشمس الظل (سورج نے سایہ ختم کردیا)اور اسی سے اللہ کا فرمان: ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا ... الایۃ﴾ [قاموس الوحید،ص۱۶۴۰]

❁ **اصطلاحی تعریف:** کسی دلیل شرعی کے ساتھ کسی حکم شرعی کو ختم کرنا نسخ کہلاتا ہے۔

[جامع الأصول لابن الأثیر،ص۸۰]

❁ **ناسخ کون ہے؟:** ناسخ خود اللہ تعالیٰ ہے بعض اَوقات مجازاً آیت یا حکم پر بھی بولا جاتا ہے۔

[جامع الأصول لابن الأثیر،ص۸۲]

نسخ کی حکمت

سید قطب شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَحکام میں جزئی تبدیلیاں انسانی معاشرے کے لئے مفید و ناگزیر ہوا کرتی ہیں اور ان تبدیلیوں کے طفیل انسانی معاشرہ اپنے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ قانون کے مقتضاء کو بحسن وخوبی پورا کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا......اسکو یہ بھی حق ہے کہ اپنے حکم کو منسوخ کردے، کیونکہ وہ اسکے بدلے میں اس سے بہتر حکم بھیج دیتا ہے جس میں انسانیت کی بھلائی ہے۔'' [ظلال القرآن:۱/۱۲۱]

منسوخ آیات کی اَقسام

منسوخ آیات کی دو اَقسام ہیں:

1 منسوخ کی جگہ قائم مقام حکم ہو مثلاً آیت وصیت کی جگہ آیت میراث

2 منسوخ کی جگہ قائم مقام حکم نہ ہو مثلاً عورتوں کا امتحان لینا

کیا نسخ اللہ کے نقص علم پر دلالت کرتا ہے؟

نسخ اللہ کے علم میں نقص یا نقص نہیں جیسا کہ معتزلہ یہود اور دورِ حاضر کے معتزلین (پرویزیوں) کا عقیدہ ہے بلکہ نسخ تو انسان کی ذہنی استعداد یا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کی بہتری کے لیے اللہ اپنے سابقہ حکم کو منسوخ کر کے انسانوں کو ایک ایسا حکم دیتے ہیں جس میں ان کی سہولت عمل یا نفع ثواب ہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس طرح ڈاکٹر مریض کے اَحوال کو دیکھتے ہوئے اس کے لئے نسخہ میں تبدیلی کرتا ہے اس طرح اللہ اپنی مخلوق کی رعایت کرتے ہوئے اپنی مشیت اور ارادے کے ساتھ اپنے حکم میں تبدیلی فرماتے ہیں اور ایسا کرنے سے اس کے علم وارادہ اور قدرت کاملہ میں تبدیلی نہیں ہوتی، کیونکہ اس طرح کی نسبت اللہ کے لئے ناممکن ہے۔''

[جامع الأحکام:۲/۱۵۷ بحوالہ التبیان،ص۹۱]

اس بات کو صاحب تفسیر مظہری آیت نأت بخیر منہا کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں تو نفع یا سہولت عمل یا کثرت ثواب میں اس سے بہتر آیت نازل فرماتے ہیں اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ نہیں کہ کوئی آیت دوسری آیت سے بہتر ہے۔'' [تفسير مظهري:١٩٣/١]

نسخ کب تک ممکن تھا؟

نسخ اس وقت تک ممکن تھا جب تک وحی نازل ہوتی تھی اب چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، لہٰذا اب نسخ ممکن نہیں۔[جامع الأصول لابن الأثير،ص٨٥]

نسخ کے متعلق مختلف آراء اور نظریات

نسخ کے متعلق لوگوں کے نظریات وعقائد کو دیکھا جائے تو ہمارے سامنے چار گروہ آتے ہیں۔

1. **منکرین نسخ ؛یہود:** نسخ کے کلی طور پر منکر صرف یہود ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت ﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ﴾ انہی کے رد میں نازل ہوئی۔
2. **متوسعین:** اس معاملہ میں أهل التشيع یعنی روافض نے توسع اختیار کیا ہے۔
3. **مذبذبین: ابو مسلم اصفہانی وغیرہ کا مسلک:** ان کا نظریہ یہ ہے کہ نسخ اگرچہ عقلاً ٹھیک ہے لیکن شرعاً اس کا وقوع ناممکن ہے۔
4. **قائلین (جمہور):** چوتھا نظریہ نسخ کے متعلق جمہور کا ہے ان کا موقف ہے کہ نسخ عقلاً وشرعاً جائز وممکن الوقوع ہے۔

اور یہی راجح موقف ہے۔[مباحث في علوم القرآن از مناع القطان،ص٣٥،٣٦،٢٣٤]

کیا قرآن، قرآن کو یا سنت کو یا سنت قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے؟

نسخ قرآن کس سے ہوگا؟

قرآن کا نسخ یا تو قرآن سے ہوگا یا سنت سے مثلاً قرآن میں پہلے ایک حکم تھا، لیکن قرآن ہی کی دوسری آیت اس کو منسوخ کردے، مثلاً شراب کے متعلق قرآن میں موجود احکام۔

① بڑا گناہ ہے۔ ② اوقات نماز میں نہ پی جائے۔ ③ شراب پینا حرام ہے۔

اور بسا اَوقات سنت قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کردیتی ہے، مثلاً وصیت کا حکم قرآن میں ہے، لیکن وارث کے لیے وصیت سنت نے منسوخ کردی فرمایا:

«لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ» ''وارث کے لیے وصیت نہیں'' [ابوداود: ٢٨٧٠ بحوالہ جماع العلم ص٢٥]

امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے کہ سنت ناسخ قرآن ہوسکتی ہے۔ [جماع العلم،ص٢٥]

اور اس طرح قاتل کو وصیت سے محروم کرنا، فرمایا:

«لَا شَيْءَ مِنَ الْمِيْرَاثِ لِقَاتِلٍ» [بخاری]

یا تیسری شکل یہ ہے کہ قرآن سنت کے کسی حکم کو منسوخ کردے مثلاً عاشوراء کے روزہ کی فرضیت رمضان کے روزوں سے ساقط ہوئی یا قبلہ اوّل قرآن کے حکم ﴿فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾ سے منسوخ ہوا۔ اُمت اِسلامیہ کا قرآن مجید میں نسخ پر اتفاق ہے ماسوائے معتزلہ اور عصر حاضر کے متجددین۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائلین نسخ کے دلائل

① ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا... ﴾[البقرة:۱۰۶]
''جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو ہم اس کی جگہ اس کی مثل یا اس سے بہتر (آیت یا حکم) لے آتے ہیں۔''

اس آیت کی تشریح میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب رقم طراز ہیں:
''نسخ تین قسم کا ہوتا ہے ایک تو مطلق نسخ یعنی ایک حکم بدل کر اس کی جگہ دوسرا حکم نازل کردیا گیا۔ دوسرا ہے نسخ مع التلاوۃ...... یعنی ناسخ ومنسوخ دونوں آیات موجود ہیں۔ نسخ کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ تلاوت منسوخ کردی گئی ہو، لیکن حکم باقی رکھا گیا ہو جیسے اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا......[موطا امام مالک:۱۵۰۱] اس آیت میں نسخ کی پہلی دو قسموں کا بیان ہے، ماننسخ من آية میں دوسری قسم اور أو ننسها میں پہلی قسم۔'' [أحسن البیان، ص۲۱ حاشیہ ۶]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسخ کے جواز کو بیان فرما کر ملعون گروہ یہود کا ردّ فرمایا۔''[ابن کثیر:۱/۱۸۰،اردو]

اور امام موصوف رحمہ اللہ نسخ قرآن پر اُمت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''تمام مسلمان متفق ہیں کہ احکام باری تعالیٰ میں نسخ کا ہونا جائز ہے بلکہ واقع ہوا ہے۔''[حوالہ سابقہ]

امام صاحب کی اس وضاحت کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ نسخ پر اُمت اسلامیہ کا اجماع ڈاکٹر محمد علی الصابونی نے بھی 'تفسیر آیات الاحکام' میں نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''هكذا يظهر دليل الجمهور واضحا ساطعا كالشمس فى أربعة النهار لحصول النفع فى شريعه الإسلامية الغراء ولا عبرة بقول من أنكر النسخ بمعارضه لنصوص الصحيحة الصريحة''[التبیان ص۹۰]

''یعنی نسخ کے متعلق جمہور کے دلائل چودھویں رات کے چاند کی طرح واضح ہیں اور عدم نسخ پر مانعین کے دلائل نصوص صریحہ کے مقابلہ میں معتبر نہیں۔''

② ﴿وَإِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَا ينزل ﴾[النحل:۱۰۱]
اس آیت کو دلائل جمہور میں نقل کرنے کے بعد محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:
''قالوا إن هذه الأية واضحة كل الوضوح فى تبديل الايات والاحكام والتبديل يشتمل على رفع واثبات . . . '' [تفسیر آیات الأحکام،ص۱۰۲]
''جمہور کا کہنا ہے کہ یہ آیت احکام و آیات کی تبدیلی میں سب سے زیادہ واضح دلیل ہے اور تبدیلی کسی (حکم) کے اٹھا لئے جانے اور اس کو ثابت رکھنے پر مشتمل ہے (اور جس حکم کو ختم کیا جاتا ہے وہ یا تلاوۃً ہوتا ہے یا حکماً ہوتا ہے۔)''

③ ﴿يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ ﴾ [الرعد:۳۹]
امام بیضاوی رحمہ اللہ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:
''اللہ رب العزت جسے منسوخ کرنا صحیح سمجھتے ہیں اسے منسوخ کردیتے ہیں اور جس کا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ اسے باقی رکھا جائے اسے باقی رکھتے ہیں۔''[تفسیر البیضاوي:۳/۳۳۴]
اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اللہ تعالیٰ قرآن میں سے جس حکم کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں اسے منسوخ کردیتے ہیں اور جس کو ثابت رکھنا چاہتے ہیں اس کو منسوخ نہیں کرتے۔‘‘ [فتح القدیر:۸۹/۳]

معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ بھی نسخ قرآن کی دلیل ہے۔

ان تین آیات کو نقل کرنے کے بعد ابوعبید قاسم بن سلام الهروی لکھتے ہیں:

”وفهم الصحابة الذين عاصروا التنزيل تلك النصوص المتضمنة للنسخ “

[الناسخ والمنسوخ فی القرآن العزیز ، ص۷۳]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے، نے یہی سمجھا کہ یہ آیات نسخ کو متضمن ہیں۔

معلوم ہوا صحابہ کرام نسخ قرآن کے قائل تھے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نسخ قرآن غلط ہے تو اس کا یہ عقیدہ صحابہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

④ ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ’روح المعانی‘ میں قتادہ رحمہ اللہ اور حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جب کسی حکم کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس آیت کا حکم اور تلاوت اٹھا لیتے ہیں (منسوخ کردیتے ہیں) اور اس آیت کے ضمن میں صاحبِ کشاف کے حوالہ سے بھی یہی بات نقل کی ہے[۱۲۱/۱۸] نیز اس آیت سے علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے بھی نسخ ہی مراد لیا ہے۔[تفسیر قرطبی:۱۹/۲۰]

معلوم ہوا یہ آیت بھی نسخ پر دلالت کرتی ہے۔

جواز نسخ کے دیگر عقلی و نقلی دلائل اصول کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چونکہ یہ ہمارا اصل موضوع نہیں اس لئے اختصار سے دلائل نقل کردیئے ہیں۔

مانعین کے دلائل

① ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ... الاية﴾ اس آیت سے استدلال اس طرح کیا جاتا ہے (جو کہ باطل ہے) کہ اس آیت میں نسخ کی بات ماقبل شریعت کی ہورہی ہے نہ کہ شریعت اسلامیہ کی اور اس معنی کو حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید میں معنوی تحریف کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا جیسا کہ غلام احمد پرویز نے قرآنی فیصلے ص ۲۳۷ میں ’سابقہ‘ اور ’جدید نبی کی وساطت سے‘ کے خودساختہ اضافے کئے ہیں۔

اس آیت سے ماقبل شریعتوں کو اس شریعت کے ساتھ نسخ کے لیے خاص کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس شریعت میں بھی نسخ واقع ہوا ہے جیسا کہ تحویل قبلہ، وصیت، عدت اور دیگر احکامات میں حکم سابق کو حکم ثانی سے منسوخ کیا گیا ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس آیت میں ان (مانعین) کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ قرآن کا بعض حصہ اس کے بعض حصص سے بہتر اور باعث خیر ہے لہٰذا اس آیت ﴿نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ ہم تمہارے لئے اس سے بہتر یا اس کے مثل چیز یا حکم لاتے ہیں اور بلاشبہ ناسخ پر عمل کرنا منسوخ پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ ناسخ پر عمل کا اجر تنسیخ سے قبل منسوخ پر اجر کے مثل ہی ہوتا ہے بلکہ ہوسکتا ہے اس سے بڑھ کر ہو۔

[احکام فی اصول الاحکام لابن حزم:۱۳/۴+۱۱۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ اس آیت سے عدم نسخ کی دلیل لینا ٹھیک نہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''بعض لوگ جو اس میں لفظی بحث میں پڑ جاتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ اس سے دلالت نہیں بدلتی اور مقصود وہی رہتا ہے۔''

[ابن کثیر:۱/۱۸۰]

اور ابو مسلم اصفہانی کی بابت لکھا ہے کہ اس کا یہ قول کہ (قرآن میں نسخ واقع نہیں ہوتا) ضعیف، غلط اور جھوٹ ہے۔ [أيضاً:۱/۱۸۱]

② جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«قَال كَلَامِيْ لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللهِ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسَخُ كَلَامِيْ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسَخُ بَعْضَهُ بَعْضًا»

[سنن دار قطني:۱/۱۱۷]

''میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام اور اپنے بعض حصہ کو منسوخ کرتا ہے۔''

جواب: اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال:۲/۶۰۲ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی نے العلل المتناھیۃ:۱/۱۲۵ میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''ھذا حدیث منکر'' اس حدیث کے منکر ہونے کی وجہ اس کی سند میں جبرون بن واقد ہے جسے امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے [لسان المیزان:۲/۹۴] میں متّھم اور ساقط الاعتبار کہا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے دلیل لینا کہ سنت قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی صحیح نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن منسوخ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک حکم کی تفسیر ہوتا تھا یا ایک قراءت اصل تھی باقی اس کی تفسیر تھیں۔ تو ہم یہ سوال کریں گے کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا، بنو نضیر کے درختوں کا کاٹنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیوی سے راز کی بات کرنا، اللہ کا اس پر متنبہ کرنا، قرآن کی کس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت یا اس حکم کی فلاں آیت یا فلاں حکم نے تفسیر کردی ہے؟ ثانیاً یہ روایت عدم نسخ پر نہیں بلکہ نسخ پر دلالت کرتی ہے۔ وینسخ بعضه بعضا

مسئلہ نسخ اور حد رجم

موصوف نے اپنے مضمون کے پہلے حصہ میں اپنی توجہ کا مرکز حد رجم کو بنایا ہے اور اس سے ماقبل ایک خاص تمہید مقرر کرتے ہوئے حد رجم کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ موطأ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طویل خطبہ درج ہے جس میں انہوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ بعد میں کوئی یہ کہہ کر حد رجم کا انکار کردے کہ میں اس کو قرآن میں نہیں پاتا۔

[موطأ إمام مالك:۲/۸۲]

موصوف مضمون نگار کو اس بابت یہ اعتراض ہے کہ آیت منسوخ ہے تو اس کا حکم کیسے باقی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حکم کو باقی رکھنے کا ذریعہ یہ آیت نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول متواتر احادیث ہیں۔ مثلاً حدیث غامدیہ، حدیث عسیف وغیرہ۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [صحيح البخاري:۶۸۹۲] معلوم ہوا حد رجم ثابت شدہ ہے اور اس کا انکار قرآن وسنت کے انکار کے مترادف ہے۔ چلئے فرض کیجئے ہم ناسخ منسوخ کو نہیں مانتے تو پھر مندرجہ ذیل سوالات کا جواب کیا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ کا کیا مطلب ہے؟
② قرآن نے جہاں عورتوں کے لئے حبس دوام کی سزا سنائی وہاں أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا کہا ہے۔ کیا اللہ نے یہ وعدہ پورا فرمایا، یا اسی حکم کو باقی رکھا؟
③ آیت وصیت اور آیت وراثت میں کیا تطبیق ہوگی؟
④ پہلے حکم تھا ایک مسلمان ۱۰ کافروں کے مقابلے میں لڑے، پھر ایک مسلمان دو کے مقابلہ میں لڑے کیا دونوں آیات قرآن میں موجود نہیں؟
⑤ پہلے نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ضروری تھا بعد میں منع کردیا گیا،ان کے متعلق آپ کیا کہیں گے۔ہم جواب کے منتظر رہیں گے۔

مضمون نگار کے مضمون کا دوسرا بنیادی اعتراض

موصوف سبعہ احرف کے معنی کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''اختلاف قراءات سے مراد یہ ہے کہ قرآن کو سات مختلف لہجوں میں پڑھا جاسکتا ہے اور یہ صرف لب ولہجہ کا فرق ہے۔ (اوراس کے بعد اس بات کو بڑھاتے ہوئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے سوالات کا مسؤول کے پاس جواب نہ تھا۔مزید یہ کہ کسی اور پروفیسر کے کہنے پر معارف القرآن کی پہلی جلد میں جو معلومات اس حوالہ سے تھیں ان کا مطالعہ کیا۔انہیں مطالعے کے بعد یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ مفتی شفیع صاحب اور دوسرے شخص جن سے ان کی بات ہوئی دونوں حضرات اختلاف قراءات کے قائل تھے۔)''

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ''پورے قرآن میں اختلاف قراءت کے حوالے سے کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔''

اُصولی بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی بھی علم کے بارہ میں کوئی تحقیق وغیرہ کرنا چاہتے ہیں اس کی اصل معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس علم میں مہارت رکھنے والے افراد سے بالمشافہ علم حاصل کریں یا ان کی لکھی ہوئی کتب کی طرف رجوع کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کی خواہش تو ریاضی اور انگلش وغیرہ کے سیکھنے کی ہو، لیکن آپ اس معاملہ میں کتب اکنامکس یا اردو کے ماہرین کی پڑھیں۔ ظاہر ہے وہ آپ کو اس معاملہ میں اس طرح گائیڈ نہیں کرسکیں گے۔بالکل اسی طرح اگر آپ کی یہ خواہش اور تمنا ہو کہ علوم قراءات کے متعلق کچھ سمجھیں تو ماہرین قراءات کی طرف رجوع اوران کی کتب سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا تو نتیجہ وہی نکلے گا جو موصوف نے اخذ کیا اور ضلُّوا فأضلُّوا کی تصویر نظر آئے۔

موصوف نے کوشش یہ کی کہ اختلاف قراءت کا نام لے کر قراءات متواترہ ثابتہ غیر منسوخہ کے متعلق پرویزی عقائد کی ترویج خاص میں اپنا حصہ ڈالیں تو جو تاثر انہوں نے مذکورہ بالا عبارت سے دینا چاہا وہ یہ ہے کہ اختلاف قراءت والی بات سے مراد محض لب ولہجہ کا اختلاف ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ذیل میں ہم ماہرین فن کی آراء سے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

اَحرف کا معنی

ہم ماہرین قراءت کی رائے میں دیکھتے ہیں کہ سبعہ احرف کا معنی ومفہوم کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❶ احرف، حرف کی جمع ہے جس کا معنی ، کنارہ اور حافہ وغیرہ کے ہیں اور حروف تہجی کو اس لئے حرف کہتے ہیں کہ وہ اپنے مسمی کی ایک طرف یا جانب واقع ہوتے ہیں۔بعض اوقات حرف، قراءت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان کے صفحہ ۹۲ تا ۹۷ میں سبعہ احرف کے متعلق ۴۰ اَقوال نقل کئے ہیں، لیکن ان کے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان اَقوال کے ناقلین کے بارہ میں مجھے علم نہیں اور بعض اَقوال ایسے ہیں کہ جو بالکل حقیقت کے خلاف ہیں اور اکثر اقوال حدیث عمر و ہشام کے خلاف ہیں۔[الاتقان:۱/۱۰۰]

جب ہم ان اقوال کو بغور دیکھتے ہیں تو انہیں تین اقسام میں منقسم کر سکتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا قول: اس سے مراد احکام و مضامین ہیں، لیکن یہ قول معتبر نہیں کیونکہ اصحاب رسول کا جو اختلاف رونما ہوا تھا وہ طریقہ ادائیگی میں تھا نہ کہ احکام و مضامین کی تفصیل اور وضاحت میں۔جیسا کہ حدیث ابی رضی اللہ عنہ میں ہے ”قرء علی قرأة“ اس نے ایسی قراءت پڑھی جو میرے علم میں نہ تھی۔......الخ[صحيح البخاري:۲/۷۴۷] اور اگر طبرانی والی روایت سامنے رکھی جائے جس میں ہے کہ سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے اس کے حلال کو حلال جانو......الخ تو اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ ہیں جن کا ابن مسعود سے لقاء ثابت نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور دوسرا یہ کہ اس حدیث کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو اس میں وضاحت ابواب کی ہے نہ کہ احرف کی، کیونکہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ [تفسير ابن جرير طبري:۱/۱۵]

دوسرا قول: سبعہ احرف سے مراد لغات ہیں، لیکن یہ قول اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حدیث عمر و ہشام کے مخالف ہے کیونکہ دونوں ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ان کی قراءت مختلف تھی۔

تیسرا قول: یہ قول امام جزری رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔فرماتے ہیں کہ میں نے ۳۰ سال تک شاذ و متواتر روایات کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ سبعہ احرف سے مراد سات قسم کا اختلاف ہے اور میرا یہ قول انشاء اللہ ٹھیک ہوگا پھر فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوالفضل امام رازی رحمہ اللہ کی تحقیق دیکھی جو ہماری اس تحقیق کے مشابہ یا اس سے بھی اچھی تھی جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

① **اسماء کا اختلاف:** جس میں واحد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے۔مثلاً وتمت كلمت ربك اور دوسری قراءت كلمات ربك

② **افعال کا اختلاف:** یعنی ماضی، مضارع اور امر کا اختلاف مثلاً ربنا باعد بين أسفارنا اور ربنا بعّدَ بين أسفارنا

③ **وجوہ اعراب کا اختلاف:** یعنی اعراب کا حرکات میں مختلف ہونا۔مثلاً لا يُضَارّ كَاتِبٌ اور دوسری قراءت وَلَا يُضَارُ كاتب

④ **الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف:** مثلاً تَجرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنهَار اور تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنهَار

⑤ **تقدیم و تاخیر:** مثلاً يَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ کو يُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ پڑھا گیا ہے۔

⑥ **لہجات کا اختلاف** جس میں تفخیم ترقیق، امالہ، مد، قصر، اظہار وغیرہ داخل ہیں۔

⑦ **ابدال کا اختلاف** یعنی ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ بدل دینا۔هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُ كُمْ ... هُوَ الَّذِيْ يَنْشُرُ كُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک، ابن تیمیہ، قاضی ابوطیب اور امام جزری رحمہم اللہ کا کچھ فرق کے ساتھ یہی قول اور موقف ہے اور سبعہ احرف کی یہی راجح ترین شرح ہے۔ رہی یہ بات کہ قرآن میں اس اختلاف قراءت کا اشارہ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآن (روایت حفص) کو بغور پڑھا جائے تو اس میں اختلاف قراءت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

① ءَ أَعْجَمِيٌّ کی تسہیل جب کہ باقی پورے قرآن میں ھمزتین میں تحقیق ہے۔

② ءَ الذَّ كَرَيْنِ، ءَ الْئٰنَ، ءَ اللّٰهُ کے کلمات میں تسہیل وابدال

③ ضَعْفٍ، بفتح الضاد وبضم الضاد، مصیطرون بالصاد اور بالسین

④ فِيْهِ مُهَانًا میں صلہ باقی ہر جگہ عدم صلہ

⑤ مجریھا میں امالہ باقی تمام ایسے کلمات پر فتحہ

⑥ أَنُلْزِمُكُمُوْهَا کی میم جمع میں صلہ جبکہ باقی میمات میں عدم صلہ

⑦ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں نقل باقی ہر جگہ عدم نقل۔

⑧ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ جبکہ باقی ہر جگہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

⑨ دو جگہ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ جبکہ بعض ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور بعض جگہ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور مزید یہ کہ ہر ہر حکم کی ہر ہر کلی اور جزئی کا قرآن میں موجود ہونا ضروری بھی نہیں۔ مثال کے طور پر بھانجی، خالہ اور پھوپھی، بھتیجی کو بیک وقت نکاح میں نہیں رکھ سکتے یہ حکم قرآن میں نہیں ہے۔ لیکن حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ نماز، حج اور دیگر احکام شریعہ کی ادائیگی کا اشارہ تک قرآن میں موجود نہیں کہ اس طرح ادا کرو اس وقت اور اتنی مقدار میں کرو تو کیا ان تمام چیزوں کو بھی خارج از دین سمجھا جائے اگر ان کو دین ماننے میں کوئی تامل نہیں تو حدیث سبعہ کا ہی انکار کیوں؟

درایت حدیث سبعہ

پھر موصوف آیات VS روایات کے تحت حدیث سبعہ کے متعلق اپنے شکوک وشبہات کا اظہار فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ہمارے علماء چونکہ متداول، طرق واَسانید سے ہمیشہ Confuse کرتے آئے ہیں۔لہٰذا یہاں بھی انہیں بعض روایتوں کی وجہ سے ہزاروں تاویلیں کرنی پڑی ہیں اسی سلسلے میں روایات تو متعدد ہیں تاہم بخاری شریف کی ایک روایت جسے اس سلسلے میں Qvoto کیا جاتا ہے۔''

حدیث عمر و ہشام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اس لئے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ (عمر رضی اللہ عنہ) آیات قرآنی سے ناواقف ہوں۔ چلئے مان لیا قبول اسلام سے پہلے وہ اختلاف قراءت ایسی جزئیات سے آگاہ نہیں ہوں گے لیکن آپ کے قبول ایمان کے چھ برس بعد سورہ فرقان نازل ہوتی ہے اس وقت تک جناب عمر رضی اللہ عنہ جیسا بالغ نظر، باریک بین اور جہاندیدہ شخص اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ قرآن سات مختلف قراءتوں میں نازل ہو رہا ہے۔

جب ہم اس حدیث پر غور کریں تو ہمارے سامنے مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں:

① قراءات ایک سے زائد ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

④ منزل من اللہ ہیں۔
③ حرف اور قراءت ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔
④ ایک قبیلہ ہونے کے باوجود قراءت مختلف تھی۔
⑤ اختلاف کی صورت میں علم تک رسائی ضروری ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس میں موصوف نے یہ کہا کہ وہ آیات قرآنی سے ناواقف ہوں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیات قرآنی سے واقفیت کا علم دے رہے ہیں تبھی تو فرمایا تھا کہ سورہ فرقان اس اس طرح پڑھ رہے تھے اور دوسرا یہ کہ حدیث سے ہی یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ہر ہر قراءت میں ہر ہر آدمی کا پڑھنا لازمی اور فرض نہیں ہاں اس کو بطور قرآن ماننا یہ تو بہر حال ضروری ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فیصلہ فرماتے وقت فرمایا تھا: هکذا أنزلت یعنی ہر دو کی قراءت کو درست قرار دیا۔ اور مزید یہ بھی فرمایا کہ سات طریقوں میں سے جو بھی معلوم (میسر) ہو اس کے مطابق تلاوت کرنا ٹھیک ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی باتوں سے کئی صحابہ واقف نہ تھے۔

مزید یہ کہ بسا اوقات کوئی بات انسان کے علم میں ہوتی ہے لیکن وقتی طور پر وہ اس کے ذہن سے محو ہو جاتی ہے کسی کے یاد کرانے سے وہ بات دوبارہ ذہن میں آ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات آپ ﷺ نے ایک آدمی کی قراءت مسجد سے سنی تو فرمایا اس شخص کا اللہ بھلا کرے جس نے مجھے فلاں آیت یاد دلا دی جو مجھے فلاں فلاں سورت سے بھلا دی گئی تھی۔ [صحیح البخاري:۷۵۳/۲] اور اسی طرح نبی ﷺ کی وفات کے موقع پر بھی یہ معاملہ ہمارے سامنے ہے۔ [صحیح البخاري:۶۴۰/۲] واقعہ یہ ہے کہ وفات نبی ﷺ کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سنح پر تشریف فرما تھے، واپسی پر آپ کی وفات کا علم ہوا...... مسجد میں یہ صورتِ حال تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم شدت غم سے نڈھال تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ تو اس وقت فرطِ جذبات میں فرمانے لگے جو کوئی یہ کہے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت لاحق نہیں ہوگی اور جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو محمد ﷺ یقیناً وفات پا چکے ہیں اور بطور دلیل قرآن مجید کی آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ... الآیة﴾ کہ ''محمد تو اللہ کے رسول تھے آپ سے پہلے بھی کئی رسول ہو گزرے ہیں۔ اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کردیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ (دین کو چھوڑ دو گے) اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھرے گا تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیات تلاوت کیں تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی نازل ہو رہی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ آیت کریمہ یاد نہ تھی کیا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے حافظ نہ تھے۔ یقیناً تھے لیکن وقتی طور پر یہ آیت ان کے اذہان سے غائب تھی یعنی ان کی توجہ اس طرف نہ گئی اور جب ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تو فوراً بات ان کے ذہن نشین ہوگئی۔ ہوسکتا ہے کہ اس مخاصمہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ بات نہ ہو اور جب رسول اللہ ﷺ نے یاد کروائی تو فوراً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرتسلیم خم کردیا۔ ہم پھر اس بات کو دہرائیں گے کہ اس وقت صحابہ میں عمر رضی اللہ عنہ جیسے بالغ نظر، باریک بین اور جہاندیدہ حضرات موجود تھے، لیکن وقتی طور پر ایسی صورت بنی تو کیا ہم اس صورت کو بےخبری سے جوڑیں یا پھر......

رواۃ حدیث اور قول رسول ﷺ

موصوف رقم طراز ہیں:

''باقی بھلے راوی کیسے ہی مستند کیوں نہ ہوں سیرت رسول قرآن کے خلاف کبھی نہیں جاسکتی۔''

اس اقتباس سے دو باتیں معلوم کرتے ہیں:

1. محترم مضمون نگار شاید اس امر سے تو متفق نظر آتے ہیں کہ احادیث سبعہ احرف کے رواۃ مستند ہیں۔
2. رسول اللہ ﷺ کی احادیث مخالف قرآن نہیں ہوسکتیں۔

جب مضمون نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث سبعہ احرف مستند ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مستند اور ثقہ آدمی کسی ایسی بات کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرے جو خلاف قرآن اور خلاف دین ہو۔ یہ بات واقعی ٹھیک ہے کہ کوئی روایت بھی جو صحیح طور پر ثابت ہو قرآن کے خلاف نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس کے معنی اور مفہوم کے سمجھنے میں غلطی لگے۔ احادیث سبعہ اَحرف بھی الحمد للہ مخالف قرآن نہیں بلکہ وہ تو بالکل قرآن کے موافق ہیں جیسا کہ ہم نے حدیث عمر و ہشام کی وضاحت کی۔

سبعہ احرف سے مراد کیا ہے؟

پھر لکھتے ہیں کہ

''اب یہ توضیح بھی ناگزیر ہے کہ سات سے مراد کیا ہے؟ سات قراءتوں کو حروف سبعہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے بھی صورت حال بھی غیر معمولی ''باعث رحمت'' ہے کہ امت اس کی تعریف کے سلسلے میں ٹھیک ٹھاک اختلاف کا شکار ہے۔ پھر ڈاکٹر صالح صبحی کی کتاب علوم القرآن سے ۳۵، ۴۰۔ اقوال کا ذکر کیا۔ اسی کے بعد لکھا ہے پھر یہ بحث بھی مرکز تکلم بنی کہ آیا سات سے مراد Seven ہے یا اس کا مطلب کثرت ہے؟''

پھر مفتی شفیع رحمہ اللہ نے صالح صبحی کا موقف پیش کیا۔

چالیس اَقوال اور سبعہ احرف سے مراد کیا ہے اس کی وضاحت ہم نے پہلے کردی ہے اور رہی بات غیر معمولی اختلاف کی۔ تو اس سلسلہ میں ہم عرض کرتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں ایک سے زائد اقوال کے ہونے سے نفس مسئلہ اپنی شناخت نہیں کھو دیتا یا وہ حقیقت اپنی جگہ نہیں چھوڑ دیتی قراءت کے علاوہ بھی دیگر کئی ایک مسائل ہیں جن میں بیسیوں اقوال ہیں کیا وہ اپنی حقیقت یا اصلیت سے پھر گئے ہیں؟

پھر جن دو بزرگوں کا تذکرہ کیا وہ ماہرین قراءت نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا کہ اگر کسی بھی علم کے بارہ میں تحقیق مطلوب ہو تو اس علم کے ماہرین کی طرف رجوع ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے لئے مشورہ یہ ہے کہ اس علم کے محققین کی طرف رجوع کریں ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَحرف سبعہ کی حکمت

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور ایک حرف میں پڑھنے کو کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت کا طلب گار ہوں میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی جبرئیل علیہ السلام نے کہا دو حروف پر پڑھیئے پھر اس طرح دہرایا حتیٰ کہ معاملہ سات تک جا پہنچا۔

اس روایت کو مکمل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وضع کردہ روایات کے مطابق حضور ﷺ نے بار بار التماس کر کے اللہ تعالیٰ سے سات حروف کی اجازت حاصل کی صرف اس لئے کہ اُمت ایک ہی حرف (قراءت) پر پڑھنے سے عاجز تھی......یعنی غیر قریشی پابند تھے کہ وہ قرآن کو قریشیوں کی لغت میں ہی پڑھیں۔ لیکن خود قریشی سات مترادفات میں سے کسی کو بھی منتخب کرنے میں آزاد تھے۔''

مذکورہ اقتباس سے دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

① روایات سبعہ وضع کردہ ہیں ② اختلاف قراءات صوابدید پر منحصر ہے

پہلی بات کہ روایات سبعہ وضع کردہ ہیں

یہ محض جناب کی اپنی وضع کردہ بات اور اختراع ہے تمام محدثین نے روایات سبعہ احرف کو اپنی اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے کیا کسی ایک کو بھی یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ روایات وضع کردہ ہیں؟ حالانکہ انہوں نے موضوع روایات کے بارہ میں الگ تصانیف فرمائیں۔ مثلاً الموضوعات لابن جزری، علل الحدیث لمحمد المروزی۔ العلل للدارقطني وغیرہ۔

پھر مستزاد یہ کہ انہوں نے اس روایت کو نہ صرف صحیح بلکہ صحیح کی اعلیٰ ترین قسم متواتر بلکہ ایسی احادیث میں شمار فرمایا جنہیں تواتر لفظی حاصل ہے۔ تواتر لفظی سے جو روایات مروی ہیں وہ چند ایک ہیں جن میں سے ایک یہ روایت بھی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد حسن نے [جامع الاصول ص۲۱۱] پر یہ بات لکھی ہے۔ اس حدیث کو تقریباً ۲۰ کے قریب صحابہ نے نقل فرمایا۔ [النشر: ۲۱/۱]

معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحابہ کے ہاں بھی متواتر تھی جیسا کہ مسند ابی یعلی الموصلی [۱۵۳/۱] مسند عثمان نمبر ۹ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر حدیث سبعہ کی رسول اللہ ﷺ سے سماعت کے متعلق پوچھا تو بے شمار لوگوں نے اس بات کی گواہی دی۔ حضرت عثمان نے خود بھی اس بات کی گواہی دی کہ واقعتاً آپ ﷺ نے یہ الفاظ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے تھے کہ أنزل القرآن علی سبعة أحرف . معلوم ہوا حدیث سبعہ احرف متواتر ہے۔

متواتر روایت کا حکم؟

متواتر روایت پر عمل واجب ہے۔ [نخبة الفکر، ص۵]

کیا اختلاف قراءت صوابدید پر منحصر تھا؟

یہ بات بھی غلط ہے جیسا کہ حدیث عمر و ہشام میں اس بات کی وضاحت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ «هٰكَذَا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُنْزِلَتْ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ» ، اگر معاملہ اپنی صوابدید والا ہوتا تو نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ ہوتا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اس طرح نازل کی گئی۔ نازل کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا کہ اللہ کی طرف سے مخصوص ومتعین کرکے یہ الفاظ نازل کئے گئے ہیں نہ کہ ان کے اختیار میں کسی کی مرضی یا قیاس کو عمل دخل ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وما لقياس في القراءات مدخل
فدونك ما فيه الرضا متكفلا

[حرز الأماني، ص۳۱مذاهبهم في القراءات شعرنمبر۳۴۵]

اور امام جزری رحمہ اللہ نے بھی المنجد المقرئين ، ص۴ میں یہی بات کہی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ قراءت میں قیاس کو یا اپنے اختیار کو بالکل بھی دخل نہیں بلکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت یا حرف کو اپنی مرضی سے بدل کر پڑھنا حرام ہے ایسا فعل کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ کتاب نازل ہوئی وہ بھی اس بات کی اجازت نہیں رکھتے تھے، چہ جائیکہ کوئی امتی خواہ قریشی ہو یا غیر قریشی۔

فرمانِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِي ﴾ [یونس:۱۵]

’’کہیے یہ میرے بس میں نہیں کہ اپنی مرضی سے اس قرآن کو تبدیل کروں۔‘‘

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾

’’اور اگر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔‘‘ [الحاقة:۴۴،۴۵]

رہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی روایات کہ جس طرح چاہے پڑھ لو بشرطیکہ آیات رحمت و عذاب خلط ملط نہ ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی مرضی سے جو چاہے پڑھ لو بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ان منزّل حروف میں سے جس پر چاہے پڑھ لو صحیح ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں اس کی وضاحت۔ (أصابوا، أصبت السنة ، کلها شاف کاف ، هكذا أنزلت وغیرہ)

کیا اِجازت ابتداء میں تھی اب عذر نہیں رہا؟

ڈاکٹر صالح صبحی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں کا خیال رکھتے ہوئے مختلف قراءات میں پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

ملخصاً بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرف سبعہ کی درخواست اُمت کے لئے کی تھی نہ کہ مکی یا مدنی لوگوں کے واسطے، اور امت میں تاقیامت آنے والے لوگ شامل ہیں۔ آج بھی یہ عذر موجود ہے اور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ اجازت تاقیامت باقی رہنی چاہئے ویسے بھی اصول فقہ کا قاعدہ ہے۔

’’عذر الماضين حجة الباقين‘‘

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصولِ قرآن کی صورت

نبی ﷺ کے زمانہ میں زیادہ تر قرآن مجید سن کر حاصل کیا جاتا تھا اور تحریری صورت میں کم نقل کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے اس وقت اتنے لوگ پڑھے لکھے نہ تھے جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ صحابہ اکثر قرآن رسول اللہ ﷺ سے سنتے اسی کو یاد کر لیتے۔ اگرچہ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ اس کو لکھوا کر بھی محفوظ کرواتے تھے۔ یہ ایک مستزاد حفاظت کا طریقہ تھا۔ اصلاً قرآن سن کر ہی حاصل کیا جاتا تھا کیونکہ نقل قرآن میں تلقی بالمشافہ ضروری ہے۔

عرضہ اخیرہ اور کتابتِ قرآن کا مسئلہ

یہ بات معروف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے عمر کے آخری سال میں خلاف معمول جبرئیل سے دو مرتبہ دور کیا اس سال کئی قراءات منسوخ کر دی گئیں اور جو باقی رکھی گئیں آج تک تواتر سے محفوظ و ثابت ہیں۔ مضمون نگار کا یہ کہنا ''حالانکہ اس وقت قرآن مکمل ضبط تحریر میں آچکا تھا۔'' تو ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی چیز کی تنسیخ اس کی تحریر کے بعد ممکن نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جب صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ وغیرہ کو منسوخ قرار دیا تو وہ تحریری شکل میں موجود تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ضبط تحریر کے بعد قرآن مجید میں حیات رسول ﷺ میں نسخ ناممکن تھا غلط ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور جمع و تدوین قرآن

اس بات کو سمجھنے سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیثیت جامع القرآن کے حوالے سے واضح کرتے ہیں۔ قرآن مجید نبی ﷺ کی زندگی میں تحریری شکل میں موجود تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو دفتین میں جمع کروایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اختلاف قراءت کا مسئلہ پیش کیا گیا قرآن مجید کو اس مصحف سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا تھا، سے مزید نقول تیار کروائیں اور مختلف دیار امصار میں روانہ کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کے حوالے سے غیر معمولی حیثیت حاصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُمت کو ایک رسم الخط پر جمع کیا نہ کہ ایک قراءت پر جمع کیا، کیونکہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے «إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَاكْتُبُوْا بِلِسَانِ قُرَيْشٍ» ''یعنی اگر قراءت کی کتابت کے بارے میں اختلاف ہو تو لغت قریش کے موافق کتابت کر دو۔'' اس روایت کا پس منظر بھی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ رسم الخط اختیار کروایا جو نقطوں اور اعراب کے بغیر تھا۔ لہٰذا یوں آپ رضی اللہ عنہ نے اُمت کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف سے عین وہی نقول تیار کروا کر ماہر قراء کے ساتھ علاقوں میں روانہ کیا تاکہ لوگ اگر کہیں اختلاف پائیں تو اس کے موافق اس کو درست کر لیں۔

چھ حروف کے جلانے کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بالکل غلط ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی اس طرح کرتے (یعنی چھ حروف کو جلا کر منسوخ کر دیتے) تو وہ کافر ہو جاتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحرف سبعہ اور قراءات الگ الگ چیزیں ہیں؟

موصوف اس ضمن میں ڈاکٹر صالح صبحی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی نظر میں احرف سبعہ اور چیز ہیں اور سات قراءتیں مختلف شے ہیں۔

ہم اس ضمن میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ جو حدیث آپ نے عمرو ہشام والی نقل فرمائی ہے اگر آپ اس پر ہی غور کرتے (جو شاید بغض حدیث کی وجہ سے نصیب نہ ہوا) تو معلوم ہو جاتا کہ احرف سبعہ اور قراءت سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: قرأ علی حروف لم یقرئنیھا رسول اللہ اس حدیث میں حرف اور قراءت ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔ فافھم

تعریف اَحرف سبعہ

قراءات پر تنقید کرنے کا شوق ہے، لیکن موصوف کو اتنا علم نہیں کہ لفظ قراءت کا رسم کیا ہے اپنے مضمون میں جتنی دفعہ انہوں نے اس لفظ کو استعمال فرمایا وہ 'قرأت' لکھا حالانکہ اس کا رسم 'قراءت' ہے۔ تو ہم موصوف کے اس اعتراض احرف سبعہ کی تعریف متعین نہ ہو سکی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''جس نظریے کی متعین تعریف ڈیڑھ ہزار برس میں نہیں ہو سکتی اسے عقیدہ کا درجہ دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔''

یہ بات بھی شاید ان کی علم قراءات سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ قراءات قرآنیہ کی تمام مختلف تعاریف کو دیکھ لیں تو ان میں ایک ہی بات نظر آتی کہ اس سے مراد قرآنی کلمات کی وہ ادائیگی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے سن لینے کی بنا پر تھی محض کسی کا قیاس یا اپنی مرضی اس میں نہ تھی۔ ہم ذیل میں مختلف علماء قراءات نے جو تعریفات لکھی ہیں، ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

① امام جزری رحمہ اللہ منجد المقرئین ص۳ پر لکھتے ہیں:

"القراء ات علم بكيفية أداء كلمات القرآن واختلافها بعزو الناقلة"

''یعنی علم قراءات ایسے علم کو کہتے ہیں کہ جس میں کلمات قرآنیہ کے ادا کی کیفیت اور اس کا اختلاف (جو تنوع کے قبیل سے ہوتا ہے) معلوم کیا جاتا ہے جو کہ متصل بالناقل ہوتا ہے۔''

② علامہ دمیاطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علم يعلم منه إتفاق الناقلين لكتاب الله تعالىٰ واختلافهم فى الحذف والتحريك والتسكين والفصل والوصل وغيره ذلك من هيئة النطق والإبدال وغيره من حيث السماع"

[اتحاف فضلاء البشر، ص۵]

''یہ ایسا علم ہے جس سے قرآن مجید کے ناقلین کا اتفاق و اختلاف جانا جاتا ہے جو کہ حذف، تحریک، فصل وصل کے قبیل سے ہو اور اس کے علاوہ نطق کی کیفیت اور ابدال وغیرہ بھی جو کہ سماع پر موقوف ہے۔''

③ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی 'عنایات رحمانی' [۱۳/۱] پر رقم طراز ہیں کہ:

علم قراءات اس علم کو کہتے ہیں جس میں کلمات قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق یا اختلاف معلوم ہو جو آنحضرت ﷺ سے سن لینے کی بنا پر اپنی رائے کی بناء پر نہیں۔

④ قاضی عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”هو علم يعرف به كيفية النطق باالكلمات القرآنيه وطريق أدائها اتفاقاً واختلافاً مع عزو كل وجهٍ لناقله“ [البدور، ص۵]

”قراءات کا علم وہ ہے جس میں کلمات قرآنیہ کے نطق کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے اور قرآنی کلمات کی اتفاقی واختلافی ادا کا طریقہ کار معلوم کیا جاتا ہے لیکن ہر وجہ کی نسبت اس کے قائل (محمد) کی طرف ہوتی ہے۔“

ان تمام تعریفات سے جو کہ مختلف لوگوں نے مختلف ادوار میں کی ہیں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قراءات سے مراد قرآنی کلمات کا اتفاق و اختلاف ہے جو ناقلین نے محض رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے خود اس میں نہ کوئی اضافہ کیا ہے نہ کوئی کمی کی ہے۔

سبعہ احرف اور مضمون نگار طلوع اسلام کی رائے

اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لیپا پوتی پروگرام ہے............

آپ کو جب اقسام اختلاف قراءات دیکھنے کا موقع ملے گا تو آپ ششدر رہ جائیں گے کہ

1. آپ کو اسماء کا اختلاف ملے گا
2. افعال کا اختلاف دکھائی دے گا
3. اعراب کا واضح فرق ملے گا
4. الفاظ کی کمی وبیشی کا فرق تو عام ہے
5. کبھی مترادف الفاظ کے سبب معانی ومفہوم میں خاص تبدیلی نہیں ہوتی اور کبھی معانی یکسر بدل جاتے ہیں۔
6. تقدیم وتاخیر کا فرق
7. لہجے کا فرق
8. حروف جارہ و عاطفہ کسی قراءت میں محذوف ہوجاتے ہیں تو کسی قراءت میں باقی دکھائی دیتے ہیں۔

فاضل مضمون نگار نے تقریباً سات قسم کے فرق کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

1. اسماء کا اختلاف
2. افعال کا اختلاف
3. کمی وزیادتی
4. تقدیم وتاخیر
5. لہجے کا اختلاف
6. اعراب کا اختلاف
7. معنی کی تبدیلی کا ہونا یا نہ ہونا۔

یہ تمام اختلاف معمولی فرق کے ساتھ انہی سات اقسام پر منحصر ہیں جو ہم نے سبعہ احرف سے کیا مراد ہے، میں بیان کیا۔ یہ سات قسم کا اختلاف مضمون نگار کے ''قرآن اصلی'' میں بھی موجود ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

۱ لفظ کی تبدیلی يُقَتِّلُوْنَ [الاعراف:۱۴۱] کی جگہ يُذَبِّحُوْنَ [البقرة:۴۹]
فَانْفَجَرَتْ [البقرة:۶۰] کی جگہ [الاعراف:۱۶۰] میں فَانْبَجَسَتْ

۲ **تقدیم وتاخیر:** وَاتَّقُوا يَوْمًا... وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ [البقرة:۴۸] جب کہ البقرہ ہی کی آیت:۱۲۳ میں وَاتَّقُوْا يَوْمًا... لَايُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ ... لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ [المؤمنون:۸۳] جب کہ سورۃ النمل آیت:۶۷ میں لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُ نَا مِنْ قَبْلُ ...

۳ **کمی وزیادتی:** ہر جگہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ......مگر سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰ میں حذف من کے ساتھ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ہر جگہ كَانُوْٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ، لیکن سورۃ آل عمران آیت ۱۱۷ میں حذف كَانُوْا کے ساتھ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ... وَإِنَّ اللهَ رَبِّيْ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ لیکن زخرف آیت ۶۴ میں إِنَّ اللهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ... ہر جگہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ لیکن صرف دو جگہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اسماء کا اختلاف

دِيَارِهِمْ هود۴۴+۶۷ میں جمع جب کہ باقی ہر جگہ دَارِهِمْ واحد

④ **اعراب کا اختلاف**: إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ [المائدة:۶۹]، لیکن سورہ حج آیت ۱۷ میں إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصَارٰى

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ یہاں عذاب، محیط کی صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع ہونا چاہئے تھا، لیکن قربت کی وجہ سے اس کو جر دی گئی اور عَذَابُ يَوْمٍ أَلِيْمٍ بھی اسی قبیل سے ہے۔

نوٹ: اس تقریر میں اَرْجُلَكُمْ بفتح اللام و بکسر اللام کا جواب بھی موجود ہے۔

⑤ **حرکت کی تبدیلی**: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ. (بفتح الضاد و بضم الضاد) دونوں قراءاتیں ہیں۔

⑥ **لہجات کا اختلاف**: قرآن مجید میں بے شمار یائی اور رائی کلمات ہیں لیکن امالہ صرف ایک کلمہ مَجْرِهَا [هود:۴۱] میں ہے۔

میم جمع میں ہر جگہ عدم صلہ لیکن اَنُلْزِمُكُمُوْهَا، فَأَسْقَيْنٰكُمُوْهُ میں صلہ۔ ہائے ضمیر میں ہر جگہ عدم صلہ مگر وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا [الفرقان:۶۹] میں صلہ۔ ہر جگہ ھمزتین میں تحقیق (ماسوائے ءَ الذّٰكَرَيْنِ ءَ اللّٰهُ، ءَ الْئٰنَ) لیکن ءَ اَعْجَمِيٌّ [حم السجدة:۴۴] کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل۔ ادغام کبیر مثلین صرف چند کلمات میں ہے، لیکن أَظْلَمُ مِمَّنْ جیسے بے شمار کلمات میں ادغام نہیں ہے۔ یہ تمام قسم کا فرق اختلاف قراءات پر دلالت نہیں کرتا تو اور اس سے کیا سمجھ آتی ہے، کیا ہم اس کو اللہ کے کلام میں معاذ اللہ نقص شمار کریں؟ کیا یہ لوگوں کے عمل دخل سے رونما ہوا ہے یا کاتبوں کی غلطی ہے۔ یقیناً یقیناً نہیں تو پھر ماجرا کیا ہے؟

رہی بات ولا محدث، إلى أجل مسمى، والذكر والأنثى، والصلاة الوسطى صلوة العصر جیسی دیگر مثالیں تو اس کا مندرجہ ذیل جواب ہے:

① یہ وضاحتی کلمات تھے۔

② اگر یہ قرآن تھے بھی تو منسوخ کردیئے گئے جس کی دلیل یہ ہے کہ مصاحف عثمانی کو ان الفاظ سے خالی رکھا گیا۔

③ قبول قراءات کا جو ضابطہ ہے کہ مصحف عثمانی رسماً یا احتمالاً اس کا متحمل ہو ان میں نہیں پایا جاتا۔ آپ جناب کا قراءات کے حوالہ سے اس قدر وسیع وعریض مطالعہ ہے کہ اس بات کا بھی علم نہیں کہ ضابطہ قراءت کیا ہے۔ جب کہ قراءات پر تنقید کا شوق جناب کے من میں سمایا ہوا ہے۔

رہی بات معنی کی تبدیلی کے واقع ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں تو اس ضمن میں ہم علامہ جزری کی تقریر پیش کرتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ''اختلاف قراءت میں اختلاف ضدیت اور تناقض کا نہیں ہوتا بلکہ تنوع اور تغایر کا ہوتا ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ مالک کائنات کے کلام میں تضاد و تناقض ہو۔ ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ [النساء:۸۲]

امام موصوف فرماتے ہیں کہ مصداق کے اعتبار سے قراءات کی تین اقسام ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1. **لفظ تبدیل ہو مگر معنی تبدیل نہ ہو۔** مثلاً السراط، علیھمْ، علیھمُ، یحسِبُ یَحْسَبُ
2. **لفظ اور معنی کی تبدیلی کے باوجود مصداق ایک ہو۔** مثلاً مٰلك و ملك دونوں اللہ کی صفات ہیں اس لئے کہ وہ قیامت کے دن کا مالک اور بادشاہ بھی ہے اس دن تمام مجازی سلطنتیں ختم ہو جائیں گی۔
3. **لفظ و معنی میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ مصداق بھی جدا جدا ہو۔** لیکن کوئی ایسی توجیہ ضرور موجود ہوتی ہے جو دونوں کو متحد کرتی ہے اور تضاد پیدا نہیں ہونے دیتی مثلاً وَظَنُّوا أَنَّهُمْ كُذِبُوا... بالتخفیف... وكُذِّبُوا ... بالتشدید پہلی قراءت میں ظن گمان کے معنی میں ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ کفار کو وہم ہو گیا تھا کہ رسولوں نے جو خبریں ہمیں دی ہیں ان میں ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے (لہٰذا ہم ایمان نہیں لاتے) اور دوسری قراءات میں ظن بمعنی یقین ہوگا۔ تو معنی یہ ہوگا کہ رسولوں نے یقین کرلیا کہ اب ان کی قوم ایمان نہیں لائے گی۔ دوسری صورت میں قوم کے لوگوں کے ایمان لانے کی ہی تردید ہے لہٰذا کوئی تضاد اور تناقض نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ کسی بھی قراءت میں معنی مراد الٰہی کے خلاف نہیں، کیونکہ تمام قراءات منزل من اللہ اور لوگوں کے عمل دخل سے محفوظ ہیں۔ والحمد للہ علی ذالك

صحابہ کرام اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصاحف کا مختلف ہونا

اس کے جواب میں ہم اتنا کہیں گے آپ نے یقیناً تبیان القرآن لسعیدی پڑھی ہوگی پھر اس کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ نے اس سے مطلب کی بات لے لی اور باقی کو چھوڑ دیا۔ اس میں ہی [فتح الباری: ۴۲۸/۸+۴۳] کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ یہ روایات باطلہ ہیں اگر بالفرض صحیح ہوں تو ان کی توجیہہ یہ ہوگی کہ ابن مسعود کے نزدیک معوذتین کا قرآن ہونا ثابت تھا، لیکن ان کے نزدیک ان سورتوں کا قرآن میں لکھنا منقول نہ تھا اور رہی بات باقی صحابہ کے مصاحف کے مختلف ہونے کی تو اس بارہ میں بھی روایات صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتیں۔

جعلی آیات اور کتب اسلاف

موصوف لکھتے ہیں:

”واضح رہے قرآنی آیات (جعلی آیات) کی تعداد اتنی ہی نہیں ہے۔ کتب اسلاف خیر سے اس خزانے سے بھری ہوئی ہیں اور کچھ نہیں تو کتاب المصاحف (مرتبہ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد) کا ہی مطالعہ کر لیجئے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔“

موصوف اس بات کے معترف ہیں کہ اسلاف نے قراءات کو قبول کیا بلکہ بھرپور انداز سے انہیں نقل بھی کیا۔ تمام محدثین و مفسرین نے قراءات کو قبول کیا اور ان سے مسائل اخذ کیے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کے ہاں قراءات حجت تھیں۔

قبول قراءات، اُمت محمدیہ اور منکرین کا افسوس

موصوف لکھتے ہیں......

”البتہ 'حیاتِ رسول اللہ ﷺ' ایسی وقیع تصنیف کے مصنف جناب خالد مسعود نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ تیرہ سو برس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد دوسری روایات مثلاً ورش، دوری، بصری، قالون میں مختلف ممالک اسلامیہ میں قرآن چھپے اور شمالی اور مغربی افریقہ کے بعض حصوں میں رائج ہیں اور باقی ساری دنیا کا وہی قرآن ہے۔'' [ملخصاً]

الحمدللہ اُمت اسلامیہ نزول قرآن سے لے کر آج تک قراءات ثابتہ متواترہ غیر منسوخہ کو قرآنی اعتقاد کے ساتھ قبول کرتی رہی ہے اور کررہی ہے۔ مختلف روایات میں قرآن مجید کا چھپ کر امت اسلامیہ کے مختلف ممالک میں ان کے مطابق قراءات کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قراءات امت اسلامیہ کے ہاں مسلم ہیں۔ باقی رہا آپ کا افسوس کرنا تو وہ بجا ہے، کیونکہ قرآن کی حفاظت پر آپ افسوس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

اگر قراءات واقعتاً من جملہ منسوخ ہوچکی تھیں یا ان کا نزول ہی نہ ہوا تھا تو ان ممالک کی اس جسارت پر ساری کی ساری امت کیوں خاموش تماشائی بنی رہی۔ کیا ایسا کرنے کے بعد ان کا ایمان باقی رہا؟ باقی اس پر مزید بحث آپ کی تحقیق عمیق کے بعد کی جائے گی۔

جامعین قرآن و ناشرین قرآن

لکھتے ہیں:

''پھر آپ ﷺ کی پیروی میں خلفاء راشدین نے قرآن مجید کی نشر و اشاعت کا فریضہ دل و جان سے ادا کیا۔ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قرآن کو نشر کیا جو رسول اکرم ﷺ سے اخذ کیا اور عثمانؓ نے بھی وہی قرآن نشر کیا جو رسول اللہ ﷺ سے اَخذ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ اب یہ نظریہ وعقیدہ رکھنا کہ عثمان نے چھ حروف جلا دیئے تھے کیا ان سے محبت کا اظہار ہے کتاب المصاحف میں حضرت علیؓ سے نقل ہے کہ واللہ تم عثمان کے متعلق ماسواء خیر کے کچھ نہ کہو۔ انہوں نے وہی کیا جو ابوبکر و عمرؓ و رسول اللہ ﷺ نے کیا۔''

قبول حدیث کا 'معیاری' اصول

کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرو اور پھر دیکھو اگر قرآن کے مطابق ہو تو قبول کرلو وگرنہ چھوڑ دو۔

اس حدیث کے متعلق امام خطابی کی معالم السنن، ج ۴، ص ۲۹۹ پر جو بحث موجود ہے ملاحظہ فرمائیں اور یہی جواب سمجھیں۔ ''وأما ما رواه بعضهم أنه قال إذا جاء كم الحديث فأعرضوه على كتاب الله فإن وافقه فخذوه وإن خالفه فدعوه فإنه حديث باطل لا أصل له وقد حكى زكريا بن يحيىٰ الساجى عن يحيىٰ بن معين أنه قال هذا حديث وضعته الزنادقة، قلت: وقد روى هذا من حديث الشاميين عن يزيد بن ربيعه عن أبى الأشعث عن ثوبان ويزيد بن ربيعه هذا مجهول ولا يعرف له سماع من أبى الأشعث وأبو الأشعث لا يروى عن ثوبان وإنما يروى عن أبى أسماء الرحى عن ثوبان اور اسی طرح جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۴۸۵ میں اس حدیث پر ابن عبدالبر نے اہل علم کا نقد نقل کیا ہے۔

ایک طرف تو آپ صحیح احادیث جن کے رواۃ بھی انتہائی مستند ہیں کو رد کررہے ہیں اور دوسری طرف موضوع روایات جن کی کوئی اصل نہیں جنہیں زنادقہ نے وضع کیا ان سے قرآن فہمی اور اخذ حدیث کے اصول وضع فرمارہے ہیں۔

————*

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ